اقبال کا نظریۂ شعروادب

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان

غیر منقسم ہندوستان میں اسلام اور مسلمان کی تذلیل وتخریب کے لیے جو طاغوتی طاقتیں برسر پیکار ہوئیں ان کا سلسلہ عہد اکبری کے دین الٰہی سے شروع ہوتا ہے کافرانہ اور ہندوانہ رسم ورواج کو فروغ ہوا قشقہ، گاؤ نوازی، بادشاہ کا درشن، سورج کی پرستش، سرکاری شراب خانے کا قیام، خنزیر کی عظمت، اذان میں رکاوٹ، مسجدوں کی بربادی، محمد اور احمد جیسے ناموں کی بے حرمتی اور حضور انور ﷺ کی شان میں گستاخی وغیرہ، بکثرت واقعات تاریخ بدایونی میں مذکورہ ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے شدت کے ساتھ ان چیزوں کی مخالفت کی اور اس زمانے کی سرکاری رویت ہلال کمیٹی سے متعلق ابوالفضل سے انھوں نے نہ صرف یہ کہا کہ ''اکبر بے دین است'' بلکہ ابوالفضل کی گستاخیوں کے خلاف رسالہ اثبات النبوۃ بھی لکھا۔ پھر یہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ ہی کا فیضان تھا کہ شاہجہان اور اورنگ زیب جیسے متقی بادشاہ پیدا ہوئے، فن مصوری جو عہد جہانگیر میں کمال کو پہنچا ہوا تھا، فن خطاطی کی طرف منتقل ہوا۔ فتاویٰ عالمگیری جیسی فقہ کی سب سے بڑی کتاب مرتب ہوئی اور حضرت ہی کے شاگردان سلسلہ یعنی حضرت شاہ ولی اللہ، حضرت میرزا مظہر جانجاناں سید احمد بریلوی، شاہ غلام علی، قاضی ثناء اللہ پانی پتی (صاحب تفسیر مظہری) خواجہ دردؔ وغیرہ (رحمہم اللہ) اور ان کے متوسلین نے دین کی بیش بہا خدمات انجام دیں۔ اور یہ تحریک شیخ الہندؒ اور ان کے شاگرد عبید اللہ سندھی تک برابر جاری رہی۔

تین سو سال سے ہیں ہند کے میخانے بند

اقبال نے اس شعر میں اسی تحریک کی طرف اشارہ کیا ہے لیکن اس تحریک کو کچلنے کے لیے ''طاؤس و رباب'' سے بھی کام لیا گیا ہے۔ اور ''ابلیس کی مجلس شوریٰ'' بھی قائم کی گئی ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں مسلمانوں کی ناکامی مسلم ہے۔ لیکن انگریز کو اتنا اندازہ ضرور ہو گیا کہ یہ قوم متحدہ ہونے کی صلاحیت بھی رکھتی ہے چنانچہ ان کی قوت کو ختم کرنے کے لیے مختلف طریقے اختیار کیے گئے۔ پادری فنڈر بلایا گیا۔ بریلوی،

دیوبندی جھگڑے کھڑے کیئے گئے ۔ایک پیغمبر نمودار ہوا،شدھی سنگھٹن تحریک قائم ہوئی اور کیا کچھ نہ ہوا۔ آپ خوب جانتے ہیں ۔سرسید کے رسالہ تہذیب الاخلاق کے مضامین تو کیا،صرف ان عنوانات ہی سے معلوم ہوسکتا ہے کہ قوم میں کیا کیا برائیاں پیدا ہوچکی تھیں یا پیدا کرائی جاچکی تھیں ۔پھر راعی اور رعایا کے درمیان مصالحت ومفاہمت اور دُر مَعَ الدھر کَیف دَار سرسیداوران کے رفقاء کا خاص مقصد تھا لیکن علامہ اقبال کے کام کی نوعیت مختلف تھی وہ ''بازمانہ ستیز'' کے حامی تھے۔اور ابھی یورپ میں ہی تھے کہ انھوں نے اسلامی حقائق کی اشاعت کو اپنا نصب العین بنالیا تھا وہ لکھتے ہیں کہ

''جو خیالات میں نے ان مثنویوں میں ظاہر کئے ہیں ان کو برابر ۱۹۰۷ء سے ظاہر کررہا ہوں...... مقصود اسلامی حقائق کی اشاعت ہے'' (اقبال نامہ حصہ اول ص ۱۱۰)

اسلام چونکہ دین فطرت ہے اور ایک ایسی حقیقت ہے جس کے اختیار کئے بغیر ہماری زندگی زندگی نہیں رہتی۔اس لیے اقبال نے اسلامی حقائق اور زندگی کے حقائق کو مترادف سمجھتے ہوئے بار بار کہا ہے کہ

جب تک نہ زندگی کے حقائق پہ ہو نظر تیرا زجاج ہو نہ سکے گا حریف سنگ

انگریز نے ہمارے دین اور ہماری تہذیب کو مٹانے کے لیے جو حربے استعمال کئے تھے ان میں سب سے زیادہ خطرناک حربہ مغربی تہذیب ہے۔کیونکہ الناس علٰی دین ملوکہم کے مصداق فاتح قوم کی ہر چیز اچھی سمجھی جاتی ہے۔اور محکوم قوم محض خوشامد کے لیے حاکم کی چیزوں کو استعمال کرنا چاہتی ہے۔ یہ احساس کمتری قوم کے لیے زہر قاتل ہے۔اور انگریز نے یہی زہر قاتل سب سے زیادہ استعمال کرایا ہے چنانچہ ہماری قوم نے شعائر اسلامی کو پس پشت ڈال دیا۔قرآن وحدیث کی نئی تاویلیں کیں، بڑے بڑے عہدے ملتے ہی مسجدوں کو خیر باد کہا۔اسلامی احکام پر عمل کرنے والے کو ملا کہا اور علماء کی توہین کو اپنا شیوہ بنایا لیکن ٹھیک اس کے برعکس ہر قطعی حقیقت کو قرآنی صداقت نہیں کہا بلکہ gospel truth کہا اور عیسائی ملاؤں کو خوب جانتے پہنچانتے ہوئے بھی پدر بزرگوار کو۔(father) ہمشیرہ محترمہ کو(sister) کہا اور اب بھی کہا کرتے ہیں(۱)اقبال نے مغربی تہذیب کی سخت مذمت کی اور شروع ہی سے اس کے خلاف نبرد آزمائی کی ہے۔مثلاً

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی
جو شاخ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہو گا

نظر کو خیرہ کرتی ہے چمک تہذیب حاضر کی
یہ صناعی مگر جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری ہے

فساد قلب و نظر ہے فرنگ کی تہذیب
کہ روح اس مدنیت کی رہ نہ سکی عفیف

اس تہذیب کی وجہ سے مسلمانوں میں جو احساس کمتری پیدا ہوا ہے اس کے متعلق کہتے ہیں

افرنگ زخود بے خبرت کرد وگرنہ اے بندۂ مومن تو نذیری تو بشیری

پھر فرنگ نے جن لیڈروں اور علماء کو خرید لیا تھا ان کے متعلق بھی کہتے ہیں۔

مثال ماہ چمکتا تھا جس کا داغ سجود خرید لی فرنگی نے وہ مسلمانی

اسلام اور مسلمانوں کو ختم کرنے کے لیے دوسرا زہر قاتل، مغرب کا جذبۂ وطنیت ہے۔ یہ جذبہ اسلام اور پاکستان دونوں کا دشمن ہے پان اسلامزم کے خلاف یورپ نے جس وطنیت کے فساد کا بیج بویا ہے اور جس کا پودا اب زیادہ بڑھ رہا ہے۔ اس کے متعلق اقبال ایک خط میں لکھتے ہیں کہ "اسلام کی پوزیشن سائنس کے خلاف نہایت مضبوط ہے مگر اس کا دشمن یورپ کا نظریہ علاقائی وطنیت (TERRITORIAL NATIONALISM) ہے جس نے ترکوں کو خلافت کے خلاف اکسایا۔ مصر میں "مصر مصریوں کے لیے" کی آواز بلند کی اور ہندوستان کو پان انڈین ڈیموکریسی PAN- INDIAN DEMOCRACY کا بے معنی خواب دکھایا (۲)

بانگ درا میں بھی وہ کہہ چکے تھے

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر خاص ہے ترکیب میں قوم رسولؐ ہاشمی
انکی جمعیت کا ہے ملک ونسب پر انحصار قوت مذہب سے مستحکم ہے جمعیت تیری

مغرب نے تیسری قسم کا جو زہر استعمال کرایا وہ اس کی تعلیم ہے اقبال نے صاف کہا ہے کہ:-

اور یہ اہل کلیسا کا نظام تعلیم ایک سازش ہے فقط دین ومروت کیخلاف
مکتب و مدرسہ جز درس نبودن نہ دہند بودن آموز کہ ہم باشی و ہم خواہی بود

دوسری جگہ کہتے ہیں:۔

عصر حاضر ملک الموت ہے تیرا جس نے قبض کی روح تری دے کے تجھے فکر معاش
مدرسے نے تری آنکھوں سے چھپایا جن کو خلوت کوہ و بیاباں میں وہ اسرار ہیں فاش

اور بال جبریل میں رومی کا یہ شعر بھی نقل کیا ہے کہ

علم را بر تن زنی مارے بود علم را بر دل زنی یارے بود

چوتھی مہلک چیز ''تخمین وظن'' ہے جو یقین کی ضد اور احساس کمتری پستی، فروتنی، بے بضاعتی وغیرہ بیماریوں کی جڑ ہے بڑی سے بڑی قوت یقین کے فقدان سے ختم ہو جاتی ہے۔اور معمولی سی چیز بھی اس پر غالب آ جاتی ہے۔ چنانچہ وہ ہر علم فلسفہ یا فکر جو صرف سوچنا سکھائے اور عمل کے لیے آمادہ نہ کر سکے وہ ''تخمینوظن'' ہےاور سراپا حجاب بھی، اقبال کہتے ہیں:۔

علم نے مجھ سے کہا عشق ہے دیوانہ پن عشق نے مجھ سے کہا علم ہے تخمین وظن
بندہ تخمین وظن، کرم کتابی نہ بن عشق سراپا حضور، علم سراپا حجاب

ان خارجی مہلکات کے لیے چند چیزیں داخلی بھی ہیں جن سے قوم میں غفلت اور پستی پیدا ہوئی ہے۔اور وہ عجمی تصوف اور عجمی طرز کی شاعری ہے اقبال لکھتے ہیں

''عجمی تصوف سے لٹریچر میں دلفریبی اور حسن پیدا ہوتا ہے مگر ایسا کہ طبائع کو پست کرنے والا ،اسلامی تصوف دل میں قوت پیدا کرتا ہے اور اس قوت کا اثر لٹریچر پر ہوتا ہے میرا تو یہی عقیدہ ہے کہ مسلمانوں کا لٹریچر تمام ممالک میں قابل اصلاح ہے''۔

قنوطیت پسند ادب (Pessimistic literature) کبھی زندہ نہیں رہ سکا، قوم کی زندگی کے لیے اس کا اور اس کے لٹریچر کا رجائیت پسند (optimistic) ہونا ضروری ہے(۳)

اقبال نے ان تمام مہلکات اور خطرات کے خلاف معرکہ آرائی کی ہےاور اپنے آرٹ کے ذریعے

قوم میں بیداری اور زندگی پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔یعنی شعروادب سے زندگی کے حقائق کی ترجمانی بھی کی ہے اور عمل کے لیے آمادہ بھی کیا ہے ایک اور جگہ لکھتے ہیں کہ:-

''جذبات انسانی کی تخلیق یا بیداری کے کئی ذرائع ہیں جن میں سے ایک شعر بھی ہے اور شعر کا تخلیقی یا ایقاظی اثر محض اس کے مطالب و معانی کی وجہ سے نہیں بلکہ اس میں شعر کی زبان اور زبان کے الفاظ کی صورت اور طرز ادا کو بھی بڑا دخل ہے''

(۴)

لیکن اقبال کے نزدیک صحیح شاعری وہی ہے جس میں قوت و شوکت کا پیغام ہو اور جو قوم کو غفلت سے بیدار کر سکے(۵)۔جاوید نامہ میں کہتے ہیں:-

اے بسا شاعر کہ از سحر ہنر　　رہزن قلب ست و ابلیس نظر

شاعر ہندی خدایش یار باد　　جان او بے لذت گفتار باد

شاعر اندر سینہ ملت چو دل　　ملتے بے شاعرے انبارِ گل

سوز و مستی نقشبند عالمے ست　　شاعر بے سوز و مستی ماتمے ست

شعر را مقصود اگر آدم گری ست　　شاعری ہم وارث پیغمبری ست

اقبال نے نظری طور پر آرٹ کا جائزہ جس انداز سے لیا ہے اس کو خود ان کے الفاظ میں ملاحظہ کیجیے-1917ء میں وہ لکھتے ہیں کہ:-

''شعرائے عجم میں بیشتر وہ شعراء ہیں جو اپنے فطری میلان کے باعث وجودی فلسفے کی طرف مائل تھے۔اسلام سے پہلے بھی ایرانی قوم میں یہ میلان طبیعت موجود تھا۔اور اگر چہ اسلام نے کچھ عرصے تک اس کا نشوونما نہ ہونے دیا۔تاہم وقت پا کر ایران کا آبائی اور طبعی مذاق اچھی طرح سے ظاہر ہوا۔یا با الفاظ دیگر مسلمانوں میں ایک ایسے لٹریچر کی بنیاد پڑی جسکی بناء وحدت الوجود تھی ان شعراء نے نہایت عجیب و غریب اور بظاہر دل فریب طریقوں سے شعائر اسلام کی تردید و تنسیخ کی ہے اور اسلام کی ہر محمود شے کو ایک طرح سے مذموم بیان کیا ہے(۶)۔

اسی سال وہ ایک دوسرے خط میں لکھتے ہیں کہ:

''میرا تو عقیدہ ہے کہ غلوفی الزہداور مسئلہ وجود مسلمانوں میں زیادہ تر بدھ مذہب کے اثرات کا نتیجہ ہیں خواجہ نقشبند اور مجدد سرہند کی میرے دل میں بہت عزت ہے، مگر افسوس کہ آج یہ سلسلہ بھی عجمیت کے رنگ میں رنگ گیا ہے۔ یہی حال سلسلہ قادریہ کا ہے۔ جس میں میں خود بیعت رکھتا ہوں۔ حالانکہ حضرت محی الدینؒ (جیلانی) کا مقصود اسلامی تصوف کو عجمیت سے پاک کرنا تھا'' (۷)

غلوفی الزہداور وحدت الوجود کے علاوہ اقبال نے مسئلہ بروز کو بھی عجمی ایجاد کہا ہے۔ ایک خط میں وہ لکھتے ہیں کہ:۔

''جہاں تک مجھے معلوم ہے یہ مسئلہ (بروز) عجمی مسلمانوں کی ایجاد ہے اور اصل اس کی آرین ہے'' (۸)

حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ چونکہ خالص اسلامی انداز پیش کرتے ہیں۔ اس لیے اقبال کو ان سے خاص عقیدت ہے ۱۹۱۵ء میں بھی وہ کہہ چکے تھے کہ مجدد الف ثانی، عالمگیر اور مولانا اسمٰعیل شہید رحمتہ اللہ علیہم نے اسلامی سیرت کے احیاء کی کوشش کی مگر صوفیاء کی کثرت اور صدیوں کی جمع شدہ قوت نے اس گروہ احرار کو کامیاب نہ ہونے دیا۔

''حاضر ہوا میں شیخ مجدد کی لحد پر'' (بال جبریل) والے اشعار بھی اس عقیدے کے مظہر ہیں۔ بلکہ ۱۹۳۲ء میں (۹) اقبال نے شیخ مجددؒ کے متعلق لندن میں تقریر بھی کی تھی (۱۰)۔ محض اسی بنا پر وہ بیدل کو پسند کرتے تھے، شیخ محمد اکرام صاحب (غالب نامہ) کو لکھتے ہیں کہ:۔

''میرا ہمیشہ سے ہی یہی خیال رہا ہے کہ حضرت غالب کو اردو نظم میں بیدل کی تقلید میں ناکامی ہوئی۔ غالب نے بیدل کے الفاظ کی نقالی ضرور کی لیکن بیدل کے معنی سے اس کا دامن تہی رہا............ ہند اور بیرون ہند کے معاصرین بیدل اور دوسرے دلدادگان نظم فارسی، بیدل کے نظریہ حیات کو سمجھنے سے قاصر رہے ہیں'' (۱۱)

پھر ملفوظات میں صاف طور پر فرماتے ہیں:

''بیدل کے کلام میں خصوصیات کے ساتھ حرکت پر زور ہے

یہاں تک کہ اس کا معشوق بھی صاحب خرام ہے اس کے برعکس غالب کو زیادہ تر اطمینان وسکون سے الفت ہے .... نقشبندی سلسلے اور حضرت مجدد الف ثانی سے بیدل کی عقیدت کی بنیاد یہی ہے۔نقشبندی مسلک ،حرکت اور روحانیت پر مبنی ہے۔''(۱۲)

اسی لیے اقبال ایسے آرٹ کو پسند کرتے ہیں جس میں جوش وولولہ اور عمل کی تحریک ہو وہ لکھتے بھی ہیں کہ:

'' شاعری میں لٹریچر بحیثیت لٹریچر کے کبھی میرا مطمح نظر نہیں رہا کہ فن کی باریکیوں کی طرف توجہ کرنے کے لیے وقت نہیں مقصود صرف یہ ہے کہ خیالات میں انقلاب پیدا ہو اور بس .... کیا عجب کہ آئندہ نسلیں مجھے شاعر تصور نہ کریں''(۱۳)

اسرار خودی میں بھی اُنہوں نے کہا کہ:-

شاعری زیں مثنوی مقصود نیست — بت پرستی بت گری مقصود نیست

حُسن اندازِ بیاں از من مجو — خوانسارد اصفہان از من مجو

اس مثنوی میں ایک فصل ''حقیقت شعر'' سے متعلق بھی ہے۔اور سرورق پر رومی کا وہ قطعہ ہے جو'' سخت کوشی'' کی تعلیم دیتا ہے۔

گفت آنکہ یافت می نشود آنم آرزوست

اقبال کی اردو شاعری پر جب نکتہ چیں حضرات نے لے دے کی تو اُنھیں انھیں کہنا پڑا۔

الفاظ کے پیچوں میں اُلجھتے نہیں دانا — غواص کو مطلب ہے صدف سے کہ گہر سے

اسی وجہ سے انھوں نے بار بار اشعار کی معنویت اور حقیقت نگاری پر زور دیا ہے(اقبال نامہ اول ۲۱۵۔۲۷۰)اور اس بات کی پروانہیں کی کہ کوئی انھیں شاعر سمجھے یا نہ سمجھے(دوم صفحہ ۴۰۔۲۷۰) تاہم اقبال نے اپنی شاعری کے لیے اچھی زبان اور اچھے انداز بیان کا لحاظ بھی رکھا ہے۔اور خصوصیت کے ساتھ پیام مشرق میں جو موسیقیت اور صوتی کشش موجود ہے وہ دوسرے شعراء کے یہاں بہت کم نظر آتی ہے۔زبور عجم بھی اسی نوعیت کی ہے۔بہر حال اقبال کی خودی، بے خودی، عشق اور سخت کوشی وغیرہ(۱۴) تمام تعلیمات کے لیے جس آرٹ کی ضرورت تھی وہ خون جگر کے بغیر تیار نہیں کیا گیا بلکہ انگریزی اور اُردو نثر میں بھی یہی رنگ ہے۔اور اُن کی زندگی اگر وفا کرتی اور قرآن اسلام اور اس کے فقہ اجتہاد(اقبال نامہ حصہ اول صفحہ ۴۶۔۳۵۷) پر بھی جو کچھ وہ لکھنے کا ارادہ کر رہے تھے لکھ سکتے تو اس کا رنگ بھی یہی ہوتا کیونکہ ان کا عقیدہ تھا:-

نقش ہیں سب ناتمام خون جگر کے بغیر
نغمہ ہے سودائے خام خون جگر کے بغیر

اور اس ''خون جگر'' میں گرمی اور جوش پیدا کرنے کے لیے اقبال کے پاس صرف ایک چیز تھی اور وہ تھا قرآت۔ رموز بےخودی کے آخر میں اُنھوں نے صاف طور پر اس چیز کا اقرار کیا ہے اور حضور ﷺ سے اسطرح خطاب کیا ہے:-

گر دلم آئینہ بے جوہر است ۔۔۔ ور بحرفم غیر قرآں مضمر است
پردہ ناموس فکرم چاک کن ۔۔۔ ایں خیابان راز خارم پاک کن
تنگ کن رخت حیات اندر برم ۔۔۔ اہل ملت رانگہدار از شرم
خشک گرداں بادہ در انگور من ۔۔۔ زہر ریز اندر مئے کافور من
روز محشر خوار و رسوا کن مرا ۔۔۔ بے نصیب از بوسہ پا کن مرا
عرض کن پیش خدائے عز جل ۔۔۔ عشق من گردد ہم آغوش عمل

(ماخوذ: کتاب ''معارف اقبال'')

☆☆☆

حوالہ جات

۱۔ فرنگی تہذیب کی بعض چیزیں ایسی مقبول کردی گئی ہیں کہ اب ان کا عیب بھی نہیں رہا صلیبی عقیدے کی ٹائی (TIE) اب زینت کی چیز سمجھی جاتی ہے اقبال نے خوب کہا ہے:-

تھا جو ناخوب بتدریج وہی خوب ہوا
کہ غلامی میں بدل جاتا ہے قوموں کا ضمیر

۲۔ اقبال نامہ ۲/۵۶

۳۔ اقبال نامہ صفحہ ۵۵،۵۶ ایک جگہ (اقبال نامہ ۱۰۰۱، انھوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ صوفیوں کی تفسیر نے بھی پستی سکھائی ہے اور عربی محاورے کے خلاف قناعت اور توکل کے وہ معنی کیے ہیں جو عربی میں نہیں ہیں۔

۴۔ اقبال نامہ صفحہ ۳۷۱۔ اقبال نامہ حصہ اول ص ۲۷۹ میں بلبینک ورس کے زوال کی پیش گوئی کی ہے

۵۔ اقبال نے انسان کامل کا تصور بھی اسی مقصد کے لیے پیش کیا تھا اور وہ اس وقت جب کہ نیٹشے سے وہ واقف بھی نہیں تھے (اقبال نامہ حصہ اول ص ۴۵۸) یہ بھی حقیقت ہے کہ اسرار (خودی) کا فلسفہ مسلمان صوفیاء اور حکماء کے افکار ومشاہدات سے ماخوذ ہے اور تو اور وقت کے متعلق برگسان کا عقیدہ بھی ہمارے صوفیوں کے لیے نئی چیز نہیں ۔ اقبال نامہ حصہ اول ص ۴۷۳

۶۔ اقبال نامہ حصہ اول صفحہ ۳۵،۳۶

۷۔ اقبال نامہ حصہ اول ص ۷۸،۷۹

۸۔ ایضاً ص ۴۱۹ بروز کے ساتھ یہ اشعار بھی یاد رکھیں

وہ نبوت ہے مسلمان کیلیے برگ حشیش — جس نبوت میں نہ ہو قوت وشوکت کا پیام
اس قوم کو تجدید کا پیغام مبارک — ہے جس کے تصور میں فقط بزم شبانہ

۹۔ اقبال نامہ۔ حصہ دوم ص ۴۸

۱۰۔ ایضاً حصہ اول۔ ص ۴۴۲

۱۱- اقبال نامہ حصہ دوم ص ۳۲۶

۱۲- ملفوظات، مرتبہ محمود نظامی، لاہور، ص ۱۲۲۔

۱۳- اقبال نامہ، حصہ اول ص ۱۰۸

۱۴- سخت کوشی کے لیے یہ اشعار خوب ہیں:

چیتے کا جگر چاہیے شاہین کا تجسس　　جی سکتے ہیں بے روشنی دانش و فرہنگ

ہے شباب اپنے لہو کی آگ میں جلنے کا نام　　سخت کوشی ہے تلخ زندگانی انگبین

☆☆☆